محبت کائناتی وسعتوں سے بھی کہیں آگے کی لامحدود وسعت ہے

مقامات محبت

افادات

حریم عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ ابو اقمر حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی صاحب مدظلہ

کاوش

حافظ محمد قمر الزمان
حافظ محمد ضیاء الزمان

ادارہ نجم الھدی جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ
جھنگ روڈ فیصل آباد 0300 6661755

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم ○ اما بعد ○ فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ والذین امنوا اشد حبا اللہ ○

مقامات محبت: محبت کے چھ درجے بیان کیئے جاتے ہیں۔
(۱) رجحان (۲) میلان (۳) دلچسپی (۴) محبت (۵) عشق (۶) جنون
داناؤں کے لئے تین شعروں میں اشارہ ہی کافی ہے۔

پہلے اکھ ملدی پھر دل ملدا
پھر ہوندے قول قرار میاں
محبت دکھاندی اثر ہولے ہولے
دلاں دے اندر کریندی اے گھر ہولے ہولے
فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
خدا تیرے جنوں کا سلسلہ دراز کرے

مزید وضاحت:
جب تک کسی حسین کو دیکھا نہ ہو محبت پیدا نہیں ہوتی ضروری ہے کہ پہلے آنکھ ملے آنکھ کسی حسین شی کا نظارہ کرے جب آنکھ کسی حسین چیز کو دیکھتی ہے تو خیال رجحان پیدا ہوتا ہے اور پھر دل کے دروازے پر دستک ہوتی ہے اور پھر دل بھی محبت کے قفس میں بند ہو جاتا ہے۔ عشاق نے اپنے انداز میں اس طرح اس کی ترجمانی کی

تجھ سے ملے نہ تھے تو کوئی آرزو نہ تھی
دیکھا تجھے تو تیرے طلب گار ہو گئے

اب رجحان تو ہو گیا یعنی طلب پیدا ہو گئی اور یہ طلب بڑھتے بڑھتے اس مقام پر پہنچی۔

آرزو یہ ہے کہ ان کو ہر نظر دیکھا کریں
وہی اپنے سامنے ہوں ہم جدھر دیکھا کریں

یعنی ہر وقت اس کا خیال اسی کا نظارہ رہتا ہے اور اگر دوری ہو تو

دوری نے تجھے کر دیا اور بھی قریب
تیرا خیال آ کے نہ جائے تو میں کیا کروں

اور کبھی مستی میں آکریوں گویا ہوتا ہے۔

دنیا تو تیرے وجود کو کرتی رہی تلاش
ہم نے تو تیرے خیال کو یزداں بنا لیا

اور بڑھتے بڑھتے دوسرے درجہ میلان پہ پہنچتا ہے۔ یعنی دل راغب ہوتا ہے دل مل جاتا ہے دل اس حسین محبوب کی طرف میلان کرتا ہے اور آرزوئیں کرتا رہتا ہے

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں
آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

اور دل اتنا جم جاتا ہے کہ کہتا رہتا ہے

وہ روٹھا ہے مجھ سے مجھے منظور ہے لیکن
یارو اسے سمجھاؤ میرا شہر نہ چھوڑے

اگر وہ محبوب محفل سے کہیں چلا جائے تو دل بھی ساتھ جاتا ہے

اٹھ کے محفل سے وہ کیا گئے ساتھ ہی دل ہمارا گیا
موت سے بھی جو نہ مر سکا اس کو نظروں سے مارا گیا

اور رجحان ' میلان ' دلچسپی اپنے اپنے منزلوں کو تہہ کرکے محبت کے مقام پر آ پہنچتے ہیں اور محبت ایک خاص کیفیت کا نام ہے اور اس کے لئے کسی خاص برتن کی ضرورت ہے

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

اور محبت کے لئے پھر خاص دل تیار ہو جاتے ہیں خاص دل چن لئے جاتے ہیں اور یہ خاص دل مصائب و آلام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں

محبت میں تیری کیا کیا نہ دنیا کے عذاب آئے
مگر نہ بدلے تیرے دیوانے ہزاروں انقلاب آئے

اور

گرفتہ دل عندلیب گھائل گلاب
محبتوں نے سبھی رتوں میں عذاب دیکھے

اور یہ محبت پھر عشق کی دہلیز پہ قدم رکھتی ہے
اور عشق کے منزل میں اس کا یہ حال ہوتا ہے

اے صنم تیرے ہجر میں نہ وطن کے رہے نہ سفر کے رہے
بدن کے ہوئے ٹکڑے نہ کفن کے رہے اور نہ دفن کے رہے

محب جب مصائب و آلام برداشت کرکے عشق کی آگ میں سوائے محبوب کے تمام

کائنات کو راکھ کر دیتا ہے عقل و خرد سے گزر کر مقام جنوں کو چھوتا ہے اور کہتا ہے

فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
خدا تیرے جنوں کا سلسلہ دراز کرے

اور

سب کچھ بھول گئے ہم جنونِ عشق میں
ایک تمہاری یاد ایسی ہے کہ ہم سے بھلائی نہ گئی

سب کچھ لٹا کر یوں محسوس کرتا ہے جیسے کہ دولت کونین پا گیا ہو۔

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پاگئے
کوئی آرزو نہیں ہے کوئی مدعا نہیں ہے
تیرا غم رہے سلامت میرے دل میں کیا نہیں ہے

(تفصیل ہماری دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں) محبت نام ہے ایک جذبے کا۔
محبت بڑا خوبصورت جذبہ ہے پتہ نہیں چلتا کہ کب اور کیسے دل میں یوں ابھر آتا ہے جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو جلملا اٹھیں۔ محبت نام ہے ایک خلش کا۔

ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے

دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اس کی کسک روح کی گہرائیوں تک محسوس ہوتی ہے۔
جو شعور بن کر پردہ ذہن پر ابھرتی ہے۔ اور لاشعور میں حسین یادوں کا روپ دھار لیتی ہے۔
انہیں حسین یادوں کو محبت کا نام دیا جاتا ہے۔
دل کی امنگوں آرزوؤں، تمناؤں، آہوں، جذبات و احساسات کا نام محبت ہے۔
اس کی نوعیت ہر دل، ہر جگہ ہر سینے میں مختلف ہوتی ہے محبت کے مختلف روپ ہیں۔

محبت:

وطن سے ہو تو حب ایمان بن جاتی ہے
مذہب سے ہو دین بن جاتی ہے
خدا سے ہو تو بندگی بن جاتی ہے

محبوب خدا ﷺ سے ہو تو نجات کا سامان ہے اور اصل ایمان۔ مغز ایمان۔ روح

ایمان ہے۔
اولاد سے ہو تو ممتا کا روپ دھار لیتی ہے۔
والدین سے ہو تو۔ فرض جاں بن جاتی ہے۔
محبت عشق ہو جائے تو امر ہو جاتی ہے۔
لفظ محبت "کا ماخذ" حب ہے اور حب میں حرف "ح" روح اور حرف "ب" بدن کی مانندگی کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ
کسی کو روح اور بدن یعنی جسم و جاں سے چاہنا

محبت سب کچھ سہہ لیتی ہے: محبت اس جذبہ حصول منزل کا نام ہے جو انسان کو ہر وقت سیماب کی طرح بے قرار رکھتا ہے محبت اللہ کریم سے ہو یا محبوب رب العالمین ﷺ سے ہو یا کسی بھی مخلوق خدا سے ہو ماں کو اولاد سے محبت ہو یا کسی کو کسی حسینہ کی الفت سپاہی کو وطن سے محبت ہو یا مرید کو شیخ سے عقیدت۔ وادی عشق میں قدم رکھنے والے اپنے محبوب سے والہانہ محبت ہی کی بناء پر منزل عشق کی راہ میں حائل تمام مشکلات اور آلام و مصائب کو بخوشی برداشت کر لیتے ہیں اور طاقتور سے طاقتور حریف بھی محب کو اپنے محبوب کے ساتھ والہانہ وابستگی سے باز نہیں رکھ سکتا

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزہ مجھے

چند مثالیں حسب ذیل ہیں

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر جو سرزمین عراق پر توحید خداوندی کا اعلان کرتے ہوئے نہ صرف بت پرستی سے انکار ہی کر دیتے ہیں بلکہ اس قوم کے مندر میں گھس کر تمام بت بھی توڑ پھوڑ ڈالتے ہیں جس پر نمرود (شاہ عراق جو خدائی کا دعویدار تھا) آپ کو دہکتی ہوئی آگ کے بہت بڑے آلاؤ میں پھینکنے کی دھمکی دے کر عشق حقیقی سے باز رہنے پر مجبور کرتا ہے آفرین ہے آپ کے جذبہ عشق حقیقی پر آپ بلا خوف و خطر آگ میں چھلانگ لگا دیتے ہیں مگر محبوب حقیقی کی یاد سے غفلت کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرتے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی وادی عشق میں سب کچھ برداشت کر لینے کی ایک عمدہ مثال ہے آپ نو برس کے تھے جب آپ کے والد ماجد حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خداوند قدوس کی طرف سے حکم ملا کہ آپ اس وقت تک نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ راہِ محبوب میں وہ چیز خرچ نہ کر دیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل کو محبوب کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے کے لئے میدان منا میں لے گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے لخت جگر سے فرماتے ہیں بیٹا میں تجھے خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتا ہوں قال ینبی انی ارا فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتری اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام جذبہ عشق میں سرشار اپنے والد محترم سے استدعا کرتے ہیں قال یابت افعل ماتومر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین کہ آپکو خداوند کریم کی جانب سے جو حکم ملا ہے۔ اسے کر گزریئے۔ انشااللہ آپ مجھے صابر پائیں گے بلاشبہ تعمیل محبت کی یہ ایک عمدہ مثال ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

حضرت ایوب علیہ اسلام کا جذبہ عشق: حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار تھے۔ ایک دن رضائے الٰہی سے آپ کا تمام مال و اسباب جل کر راکھ ہو گیا۔ پھر آپ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں معلم کے پاس پڑھنے کے لئے گئے۔ معلم کسی غرض سے مکان سے باہر نکلے تو چھت گر پڑی اور بچے دب کر مر گئے اس کے بعد آپ کے جسم اطہر پر ایک زخم ہوا جو آہستہ آہستہ بڑھتا گیا حتیٰ کے آپ کے جسم مبارک میں کیڑے پڑ گئے چنانچہ آپ کو شہر سے باہر نکالا گیا آپ نے اٹھارہ برس تک یہ تکلیف برداشت کی مگر ایک لمحہ بھی محبوب حقیقی کی یاد سے غفلت نہیں برتی آپ نے راہ محبت میں حائل تمام آلام و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے صبر و استقامت کا عملی نمونہ پیش کیا

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بر مشق ستم: حضرت سمیہ ابو جہل کی لونڈی تھی جو

دولت اسلام سے مالا مال تھی اور ہر وقت یاد محبوب حقیقی میں مشغول رہتی تھی ابو جہل نے آپ کو ذکر محبوب سے باز رکھنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا وہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا اور ظالم ہر گھڑی عذاب میں مبتلا رکھتا تاکہ کسی نہ کسی طرح وہ آپ کو اس یاد سے باز رکھ سکے تاریخ کے ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے بی بی پاک دامن کو ذکر خداوندی کی پاداش میں اوندھا لٹکا کر زیر ناف حربہ مار کر شہید کر دیا آپ نے حب رسول ﷺ کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں مگر آپ کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آئی۔

عشق بلال رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف:

زباں پہ شکوہ رنج و الم لایا نہیں کرتے
محبوب ﷺ کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

عرب کا صحرا ہے گرمیوں کا موسم اور دوپہر کا وقت گرمی اس قدر شدید کہ خدا کی پناہ زمین بھٹی کی طرح جل رہی ہے ریت کے ذروں پر چنگاریوں کا گماں ہوتا ہے لو کے جھونکے آگ کے لپکتے ہوئے شعلے نظر آتے ہیں انسان تو انسان پرندے اور چوپائے بھی باہر نکلنے سے گھبراتے ہیں اس عالم میں شہر سے باہر عاشق صادق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے آقا امیہ بن خلف نے زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے آپ کو جلتی ہوئی ریت پر چت لٹایا گیا ہے سینے پر بھاری پتھر رکھے ہوئے ہیں آپ کا ظالم آقا کوڑا لئے آپ کے سر پر کھڑا ہے آپ کی بدن کی کھال ریت کی گرمی سے جل رہی ہے زنجیروں کی وجہ سے حرکت کرنا ممکن نہیں اس پر مزید یہ کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوڑے بھی برسائے جاتے ہیں لیکن آفرین ہے اس محب صادق کی محبت و الفت اور صبرو استقلال پر آپ نہ بکا کرتے ہیں نہ گلہ و فریاد اور اپنے محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کی بناء پر سب کچھ برداشت کئے جارہے ہیں آپ کی زبان پر صرف ایک ہی کلمہ جاری ہے۔ احد۔ احد۔ یعنی میرا محبوب ایک ہے ایک ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عشق رسول ﷺ: جب محبوب کریم ﷺ پر کفار و مشرکین کا دست ستم زیادہ دراز ہو گیا تو آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ راہی مدینہ ہوئے اس مختصر قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی عاشق باصفا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں داخل ہو کر اس کو درست کیا جو سوراخ

اور بھشت نظر آئے محبوب ان کو بند کیا پھر نبی کریم ﷺ اس غار میں داخل ہوئے اور رفیق مونس کے زانو پر سرانور رکھ کر مشغول استراحت ہوئے اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا لیکن اس خادم جانثار نے اپنے آقا کے راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن قربان جائیں محب صادق کی اس پیاری ادا پہ اس نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے محبوب ﷺ کی خواب راحت میں خلل اندازی ہو گی اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر محبوب ﷺ کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے محبوب ﷺ بیدار ہوئے اپنے رفیق غار مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ما یبکیک یا ابا بکر ابو بکر کیا بات ہے آپ کو کس چیز نے رلایا عرض کیا سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

حب محبوب ﷺ میں بوسہ حجر: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں تو ایک پتھر ہے تجھ میں میرے لئے نفع و ضرر کی کوئی صلاحیت نہیں تیری ذات سے میرے لئے کوئی منفعت و مضرت نہیں میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا اگر میری آنکھوں نے محبوب خدا ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا۔

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ عشق رسول میں: فطری بات ہے کہ ہر محب محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے محبوب کی اداؤں کو اپنانا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا ہے۔ غزوۂ احد میں راحت جاں ﷺ کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے اس بات کا علم جب حضرت اویس قرنی کو ہوا تو آپ کے جذبہ عشق نے کروٹ لی آپ نے اپنے سامنے کے دو دانت مبارک نکال دیئے خیال آیا کہ ممکن ہے کہ محبوب ﷺ کے یہ دانت شہید نہ ہوئے ہوں اس طرح انہوں نے دو اور دانت نکال دیئے پھر سوچا ہو سکتا ہے کہ محبوب ﷺ کے یہ دانت نہ شہید ہوئے ہوں چنانچہ اس عاشق صادق نے ایک ایک کرکے تمام دانت نکال دیئے۔

فرہاد عشق شیریں میں:

فرہاد نامی ایک عشق کی داستاں کتابوں میں ملتی ہیں
فرہاد ایران کی ملکہ شیریں پر عاشق ہو گیا اس عاشق کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا کہ

اگر وہ کوہ بے ستون سے شاہی محل تک ایک نہر کھود لائے گا تو شیریں اسے دے دی جائے گی اس پر فرہاد کے جذبہ عشق نے کروٹ لی اور وہ بہت مشکل ترین کام کی تکمیل کے لئے اٹھ کھڑا ہوا جب نہر تیار ہو گئی تو فرہاد کو شیریں کی موت کی غلط خبر سنادی گئی چنانچہ اس نے مایوس ہو کر اپنے تیشے سے خود کشی کر لی اس لئے کہ

غنیمت ہے گر موت آ جائے زماں
کہ جی کے ہم ان کے سوا کیا کریں گے

غرضیکہ: محبت ایک ایسا لا زوال جذبہ ہے جو بے شمار آلام و مصائب کے باوجود تازہ رہتا ہے گویا محبت سب کچھ سہہ لیتی ہے اور محب سب کچھ برداشت کر کے منزل عشق کی راہ پر ثابت قدمی سے گامزن رہتا ہے

محبوب اور اس کی یاد:

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے
جو یاد محبوب ﷺ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے

مجازی محبوب اگر حاصل ہو جائے تو محبت سرد پڑ جائے گی کیونکہ جب تک یہ جدائی ہوتی ہے ایک دوسرے کے لئے نیک تمنائیں اور شدت جذبات ان تمام خامیوں' کوتاہیوں' اور کمزوریوں پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں جو ملاقوں کا سلسلہ شروع ہو جانے یا محبوب کے شریک زندگی بن جانے کے بعد ایک ایک کر کے نمودار ہونے لگتی ہیں عشق و محبت کا وہ سارا طلسم رفتہ رفتہ ٹوٹنے لگتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عشق کی راہ میں پیدا ہونے والے سوز و گداز صبر و برداشت انتظار و تصور آہ و فغاں اور جوش و جذبے سے ہی زندگی کی کٹھن راہیں طے کی جا سکتی ہیں اور مسافر زیست کے لئے بہترین رفیق بن جاتے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو مجازی محبوب کے تعاقب میں دو خرابیاں نظر آتی ہیں۔

اگر محبوب حاصل نہ ہو سکے تو حسرت'
اور اگر حاصل ہو جائے تو محبت کا خون

آپ کہیں گے کہ محبت کرنا تو فطری تقاضا ہے پھر کیا کیا جائے اس کا آسان جواب ہے کہ اس سے محبت کریں جس سے آپ اپنی عمر کے آخری سانس تک بھی محبت کریں گے تو محبت کم نہ ہو گی اور نہ ہی سرد پڑے گی بلکہ ہر روز جوان ہو گی وہ ایسا پیارا محبوب ہے کہ اسے دینوی معنوں میں حاصل نہیں کیا جا سکتا بس اس کی یاد ہے جو

بے چین رکھے گی اور ہر آن نیا عزم اور حوصلہ عطا فرمائے گی اور وہ ہے خالق ارض و سما کی ذات مقدس جو محبت کا سرچشمہ ہے جو اس قدر مہربان اور شفیق ہے کہ پکار پکار کر فرماتا ہے اے میرے بندو جنہوں نے اپنے جانوں پر ظلم کیا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہوں میں تمہارے سارے گناہ معاف فرمادوں گا آپ ان عاشقوں کی سوانح حیات کا مطالعہ فرمائیں جنہوں نے اللہ کریم سے محبت کی اور محبت حقیقی کا لطف اٹھایا اور اس راہ میں جان جان تک قربان کر دینے میں کوئی پروانہ کی اور بلند کہا۔

چوں رسی بکوئے دلبر سپار جان مضطر
کہ باشی بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جائے تو جان قربان کر دے ممکن ہے کہ دوبارہ تجھے آنا نصیب نہ ہو۔

قربان ان لبوں کے ہو جن پہ نام تیرا
خوش بخت ہے وہ دل جس میں قیام تیرا
بس رہا ہے میری آنکھوں میں وہی جان بہار
جس کا ہم رنگ کوئی پھول دنیا میں نہیں
خوبان جہاں کی ہے تیرے حسن سے خوبی
تو جو خوب نہ ہوتا تو کوئی خوب نہ ہوتا

صبر حسین بھی ہے عشق:

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

کربلا کے خونین میدان اور کوفہ کے تپتے ہوئے ریگستان میں آل محبوب ﷺ پر جو کچھ گزری اس کے تصور سے بھی ایک درد مند انسان تڑپ اٹھتا ہے حوض کوثر کے مالکوں اور چادر تطہیر کے وارثوں کو تین دن تک پیاسا تڑپا کر پھر جس ظلم و ستم کی تلوار سے انہیں ذبح کیا گیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی لاش پہ گھوڑے دوڑائے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بازو قلم کیے گئے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی جوانی لوٹی گئی حضرت عون و محمد کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ معصوم علی اصغر کے حلق پہ تیر چلایا گیا اور پھر پاک بیویوں کے خیمے جلا کر اور حضرت علی عابد بیمار کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر انہیں قیدی بنالیا گیا کیا یہ کوئی اتفاق حادثہ تھا یا حالات کی پیداوار تھی؟۔ نہیں۔ یہ جو

کچھ بھی ہوا منشائے الٰہی کے عین مطابق ہوا اور ارادہ فطرت کے پیش نظر ہوا۔ اس لئے کہ ان کی شہادت عطیہ خداوندی ہے اور یہ سب کچھ روز ازل ہی سے لکھا جا چکا تھا۔

لوگوں کی عقل حیران ہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس لئے لوگ اس واقعہ کربلا کو اپنی عقل کی کسوٹی پر کھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سانحہ عظیم کو ہوش ہو خرد کے ترازو میں تول کر حضرت امام حسینؓ و یزید کا موازنہ کرنے میں سرگرداں ہیں حالانکہ حق و باطل کے اس معرکہ نیکی و بدی کے اس تصادم اور انسانیت و بربریت کے اس مقابلہ میں نہ عقل کو کوئی دخل تھا اور نہ ہی خرد کا کوئی حصہ اول سے لے کر آخر تک ابتداء سے لے کر انتہا تک آغاز سے لے کر انجام تک مدینہ سے لے کر کربلا اور پھر حضرت حر رضی اللہ عنہ کی قربانی سے لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت تک عشق کار فرما تھا

ہر قدم پر عشق کا ظہور تھا ہر گھڑی عشق کی جلوہ نمائی تھی اور ہر سانس میں عشق کی ہوا تھی

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ زاہد' نہ ملا' نہ حکیم

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے اسلاف' بزرگان دین' علمائے حق' محدثین و مفسرین' اولیاء عظام اور صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں عشق کا ظہور ہے اور اگر کسی وقت بھی اس کارخانہ ہست و بود سے عشق علیحدہ ہو جائے تو یہ کائنات باقی نہیں رہ سکتی

عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

اور پھر اس نظریے کے ثبوت میں ہر ایک نے اپنی اپنی دسترس اور اپنے اپنے غم و ادراک کے مطابق بہت کچھ لکھا اور کہا ہے۔ عارف رومی

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے عشق تو خوش رہے۔ خدا تیری زندگی دراز کرے اور تو ہمیشہ اپنی کار فرمائی پر قائم رہے اس لئے ہماری تمام بیماریوں کا تو ہی علاج ہے چاہے وہ بیماری مذہبی ہو یا سیاسی'

اقتصادی ہو یا معاشی، شرعی ہو یا اخلاقی اندرونی ہو یا بیرونی اور جسمانی ہو یا روحانی، لوگ غلط کہتے ہیں کہ عشق ایک خطرناک بیماری ہے نہیں بلکہ ہر بیماری کا علاج ہے

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد

معراج محبوب کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم کہتے ہیں کہ ظاہری طور پر پیدا کیا گیا محبوب کریم ﷺ کو خاکی جسم پاک عشق کی بدولت ہی آسمانوں پر پہنچا اور آپ کے جسد اطہر کو عشق ہی لے گیا تھا اور عشق ہی کی جلوہ نمائی سے پہاڑ رقص کرتے ہیں اور کائنات کی ہر شے عشق ہی کے اثر سے ناچتی ہے۔ درویش لاہوری اقبال مرحوم کہتا ہے

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

کہ مرد مومن عشق سے زندہ ہے اور عشق مرد عشق سے آشکارا ہے اور عشق غیر فانی ہے اور ہم فانی ہیں یا عشق کے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے اور اس کے لئے نہ ہونے والی چیز بھی ہوتی ہے

عشق با نان جویں خیبر کشاد
عشق در اندام مہ چاک نہاد

کہ جو کی روٹی کھا کر خیبر کے قلعہ کو توڑنے والا بھی عشق تھا اور انگلی کے اشارہ سے چاند کو ٹکڑے کرنے والا بھی عشق تھا

عشق سلطان است و برہان بین
ہر دو عالم عشق را زیر نگیں

ساری کائنات پر عشق کی سلطانی و حکومت ہے اور دونوں جہاں اسی کے مطیع فرمانبردار ہیں

عشق را از تیغ و خنجر باک نیست
جسم او از آب و باد و خاک نیست

کہ عشق شمشیر و سناں اور تیغ و خنجر سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ اس کا جسم اور وجود پانی ہوا اور مٹی سے مرکب نہیں ہے۔ اربعہ عناصر یعنی مٹی ہوا پانی اور آگ سے انسان کا جسم بنایا گیا۔ ان اربعہ عناصر سے جو بھی جسم تیار ہو گا اسے ہر زخم کا درد

ہو گا۔ تلوار چلے گی تو تکلیف ہو گی۔ تیغ و سناں کے لئے وار ہوں گے تو دکھ ہو گا اور تیر و تفنگ برسیں گے تو خون نکلے گا۔ جسم کے ٹکڑے ہوں گے بدن لہو لہان ہو گا اور انسان تڑپے گا۔ لیکن عشق جب پانی مٹی اور ہوا سے مرکب ہی نہیں ہے تو پھر شمشیر و سناں کس پر چلے گی اور خنجر کا وار کہاں ہو گا اور تیر و تفنگ کس کے بدن پر برسیں گے۔ کیونکہ کہ

عشق زاو صاف خدائے بے نیاز
عاشقی بر غیر او باشد مجاز

کہ جب عشق ایک صفت خداوندی ہے تو وہ نظر نہیں آیا۔ اور جب وہ جسم و بدن سے پاک ہے۔ اعضا سے منزہ ہے اور عوارض جسمانی سے مبرا ہے تو پھر کوئی تیر انداز اپنا نشانہ کس کو بنائے گا۔ شمشیر کا دھنی کس پر شمشیر چلائے گا اور تیغ و خنجر کا ماہر کس پر وار کرے گا! محبوب کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ الشھید الا یجد الم القتل کہ میدان جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان کو کافر کی تلوار کے زخم کا درد اتنا ہے جتنا کہ چیونٹی کا۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ اس وقت مسلمان شوق و شہادت میں بے خود ہوتا ہے۔ اور اس کے سینہ میں عشق محبوب ﷺ ہوتا ہے اور اس کے دل میں عشق محبوب ﷺ کا دریا موجزن ہوتا ہے اور اس کی نگاہ میں حسن یار کے جلوے ہوتے ہیں۔

یہ تو اس انسان کی کیفیت ہے جس کا جسم بھی ہے اور بدن بھی جس کے ہاتھ ہیں اور پاؤں بھی اور جو پانی آگ اور ہوا سے مرکب ہے اور نظر بھی آتا ہے مگر جو نہ نظر آئے نہ اس کا جسم ہو نہ بدن اور جو آگ مٹی ہوا اور پانی سے مرکب بھی نہ ہو تو پھر اسے تیغ و خنجر کا خوف کیا ہو گا۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو
جس منزل نے عشق پہنچا وے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رکھیں باہو میں ایمان دیاں دھروئی ہو
اور غوث قطب سب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ہو
جس منزل تے عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہو
عاشق وچہ وصال دے رہندے جنہاں لا مکانی ڈیرے ہو

عارف کھڑی میاں محمد بخش کہتے ہیں

جنہاں ولاں وچہ عشق نیئں رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کر دے صابر بھکے ننگے

رفیق شاعر کہتا ہے:

عشق دی ریت سارے جہاں تو جدا نہ یہ راہ دیکھدے نہ کراہ دیکھدے جتھے چاہوے
جھکا دیندا عاشق دا سر نہ ایہ کعبہ تے نہ کربلا دیکھدے

درویش لاہوری اقبال مرحوم فیصلہ کرتے ہیں کہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار الٰہی کی تمنا پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ وہ رب ارنی کہہ کر التجائیں کرتے رہے اور آواز آ گئی لن ترانی ۔ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ مگر خلیل اللہ علیہ السلام نمرود کے دہکتے ہوئے آگ کے شراروں میں بغیر کسی تامل کے کود پڑے اور آتش نمرود کو حکم ربانی آتا ہے۔

یانار کونی برداوسلاما علی ابراھیم اور

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
انتہا ہے اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

ابتدا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور انتہا میں حضرت امام حسین کی شہادت۔ قربانی منا میں ہوئی اور شہادت کربلا میں۔ خواب مکہ میں دیکھی گئی، تعبیر کوفہ میں۔ آیت منا میں اتری اور تفسیر کربلا میں۔

عشق دم جبرائیل عشق دل مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

غرضیکہ جدھر دیکھو اور جہاں دیکھو عشق ہی عشق ہے وہی کار فرما ہے۔ اسی کی جلوہ نمائی ہے اور اسی کا ظہور ہے اور وہ کبھی کسی رنگ میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی کسی ڈھنگ میں۔ کبھی کسی لباس میں آتا ہے اور کبھی کسی صورت میں۔ کبھی جبریل بن کر فرش پر آتا ہے اور کبھی محبوب ﷺ بن کر عرش پر جاتا ہے۔ کبھی خدا کا رسول بن کر فاران کی چوٹی پر سے نمودار ہوتا ہے اور کبھی اللہ کا کلام بن کر قرآن پاک کی صورت میں غار حرا میں نازل ہوتا ہے۔ کبھی شیخ منصور میں آ کر پھانسی کے تختہ پر انا الحق بولتا ہے اور کبھی بایزید بسطامی میں سما کر سبحانی ما اعظم شانی کی صدا دیتا ہے۔ کبھی

بلال حبشی رضی اللہ عنہ میں جلوہ گر ہو کر تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر اللہ احد کے نعرے لگاتا ہے اور کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نمودار ہو کر غار ثور مین سیاہ زہریلے سانپ کے ڈنگ پہ ڈنگ کھاتا ہے کبھی اسماعیل میں سما کر اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے لیٹ جاتا ہے اور کبھی حسین میں کار فرما ہر کر نیزہ پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے کیونکہ

معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
صدق خلیل بھی ہے عشق اور صبر حسین بھی ہے عشق

آپ پوچھیں گے کہ عشق کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟
میں کہوں گا' ازل سے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ تعالیٰ اللہ علیہ کے والد مرحوم شاہ عبدالرحیم اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں لکھتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو ساتھ یہ بھی فرما دیا انت عشقی و انا عشقک اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں۔

غرضیکہ اس وجود کائنات کی اصل کیا ہے۔ عشق اور اس کا ماحاصل کون ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ۔ مطلب یہ کہ عشق ازل سے چلا اور کربلا میں آیا۔

پھر جب کسی مرد مومن کے حصہ یہ آجائے اور خدا تعالیٰ یہ دولت جسے عطا کر دیتا ہے تو پھر وہ آزماتا ہے اور اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے پرکھتا ہے اور دیکھتا ہے مگر اس کے دیکھنے کے انداز علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کسی کو کسی رنگ میں دیکھتا ہے اور کبھی کسی رنگ میں۔ کبھی حضرت یوسف کو کنوئیں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بکا کر دیکھتا ہے۔ کبھی جیل مین بند کرا کر دیکھتا ہے اور کبھی اسے مصر کے تخت پر بٹھا کر دیکھتا ہے۔

کبھی اپنے محبوب کو پتھر مروا کے دیکھتا ہے اور کبھی غار ثور میں چھپا کر دیکھتا ہے۔ کبھی میدان احد میں دانت تڑوا کر دیکھتا ہے اور کبھی اسے عرش پر بلا کر دیکھتا ہے اور کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فاطمہ کی گود میں دودھ پلا کر دیکھتا ہے اور کبھی علی رضی اللہ عنہ کی انگلی میں انگلی پکڑا کر دیکھتا ہے۔ کبھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کر دیکھتا ہے اور کبھی اسے نیزے پر چڑھا کر دیکھتا ہے۔

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پا گئے

انگلیاں میری ہیں اور ان میں قلم ہے تیرا — ہاتھ میرا ہے مگر اس پر کرم ہے تیرا

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم اے اسلامیات)

کی عالمانہ' عارفانہ' عاشقانہ' چند تحریریں

- وسیلہ محبوب ﷺ
- گریہ محبوب ﷺ
- بزم محبوب ﷺ
- عشق خیرالوری ﷺ
- اطاعت محبوب ﷺ
- جنت کے مالک
- شان غوث اعظم رضی اللہ عنہ
- راحت دو جہاں ﷺ
- لفظ ولی کا معنی و مفہوم
- قلب سلیم
- عقیدت کے پھول
- آئینہ جمال کبریاء ﷺ
- بنا کے مصور نے توڑا قلم
- محبت اور علامات محبت
- آداب محبت
- صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقائد
- اسلاف کا جذبہ ایثار
- اسلاف کا عشق
- اسلاف کا اخلاق
- اسلاف کا شوق علم
- حقیقت عظمت
- حقیقت عشق